امر فنظار

تنویر عادل

"صفی صاحب! بڑی پریشانی میں پڑ گیا ہوں۔ خدارا بتایئے کیا کروں۔ اپنے مکان میں سفیدی کرائی تھی۔ صبح اُٹھ کر دیکھا تو باہر دیوار پر بہت بڑے حروف میں لکھا تھا "فضل محمد خان کو رہا کرو"۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ فضل محمد خان کو جانتا تک نہیں، کہاں سے رہا کروں، کیسے رہا کروں، کوئی میں نے پکڑ کر بند کر رکھا ہے؟ آخر میری دیوار پر کیوں لکھ گئے ہیں؟"

بھائی! اس میں بُرا ماننے کی کوئی بات نہیں۔ دس سال پہلے قوم میرے پیچھے پڑ گئی تھی کہ اسلامی دستور بنوا دوں۔ یار لوگ پوری دیوار پر لکھ گئے تھے "ہم اسلامی دستور چاہتے ہیں"۔ لہٰذا مجھے اسلامی دستور بنوانا پڑا... اس کے بعد سے دیوار صاف پڑی تھی کہ اچانک حال ہی میں نئی بپتا پڑ گئی۔ کوئی صاحب میری دیوار پر "طلباء، کسان اور مزدوروں" کو متحد ہو جانے کی دعوت دے گئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں کہاں تلاش کروں؟ طلباء تو خیر بس اسٹاپوں پر ڈھیروں مل جاتے ہیں لیکن مزدور اپنے دھندوں سے لگے ہوئے ہیں... رہے کسان تو شہر میں اُن سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ ایک دن ایک مزدور کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا کہ بھائی متحد ہو جاؤ۔ بولے متحد کیا ہوتا ہے... میں نے کہا کہ میل جول... حیرت سے فرمایا... بائی ام نے کس کا گردن کاٹا ہے کہ میل جول کرے... اپنا مُنہ لے کر رہ گیا... طلباء سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑتی کہ تالیاں پیٹ دیں گے۔ بہر حال ایک ایک سے پوچھتا پھر رہا ہوں کہ ان کا اتحاد کس طرح کراؤں کہ میری دیوار پھر صاف نظر آنے لگے... ہاں تو بھائی صاحب! آپ کو مشورہ دوں۔ اگر آپ میرے ہی ہم عمر ہیں تو آپ کو یاد ہو گا، اب سے بیس بائیس سال پہلے "بے ضرر ختنہ کرنے والے اور یار جیسے ڈنکا خواں" تیری میری دیوار پر اپنے نام اور پتے لکھ جایا کرتے تھے... جس طرح آپ نے اُنہیں برداشت کیا تھا، اُسی طرح انہیں بھی بخش دیجیے... یا پھر جایئے اور پتا لگایئے کہ فضل محمد خان کو کس نے پکڑ رکھا ہے... اُس کے ہاتھ پیر جوڑیے کہ رہا کر دے ورنہ پورا شہر چھاپہ خانہ بن کر رہ جائے گا... ویسے ایک بات ہے... اب سے دو ہزار سال بعد جب اس "سخنِ جودڑو" کی کھدائی ہو گی تو اُس وقت کے لوگ عش عش کریں گے کہ یہاں کتنی پڑھی لکھی قوم آباد تھی۔ بس کا ڈھانچہ نکلا تو اُس پر اشعار لکھے ہوئے ہیں، ٹیکسی کے ڈھانچے پر اشعار، رکشے کے ڈھانچے پر اشعار، رکشے کے... ڈھانچے پر دل خوش کن تحریریں... اور دیواریں... کیا پوچھنا؟....

(پیشکش: علامہ دہشت ناک)

لوگ کسی کے محبوب ہوتے ہیں، وہ کبھی نہیں مر سکتے۔ وہ تو دلوں میں زندہ رہتے ہیں۔ محبت اُنہیں زندہ رکھتی ہے۔ اس ساری زندگی میں انسان کسی کو بے طرح چاہتا ہے، کچھ تعلق کچھ ناتے اُن کے بھی ہوتے ہیں۔ یہ کڑا سفر جو گرم دھوپ میں بے حد بے قرار ہے، محبت کی ٹھنڈک سے شانت بھی ہو جاتا ہے، کچھ لوگ اس دنیا میں چاہے جانے کے لیے ہی آتے ہیں۔ ایک جگ اُنہیں چاہتا ہے، سراہتا ہے۔ آبِ حیات نہ پی کر بھی امر ہو جانے والے یہ عظیم انسان ان گنت لازوال اور نادر شاہکاروں کے خالق حضرت اسرار ابن صفی ہیں۔

ایک جگ اُنہیں ابن صفی کے نام سے جانتا ہے، مانتا ہے، وہ ہزاروں نہیں لاکھوں، کروڑوں افراد کے پسندیدہ ادیب ہیں، ایک لافانی ادیب! مادہ پرست دُنیا میں آنے والا سچا شخص جو کھرا ہے، کھری بات کہتا ہے۔ عظیم تر ابن صفی کے قلم کا ایک ایک حرف انسان کی عظمت کا ثبوت ہے۔ ابن صفی ایک حساس قلمکار جنہوں نے ہمیشہ اپنے اِرد گرد کی باتیں کیں... زمین کی کوکھ سے شاہکار تراشے، اُنہیں آسمان کے تارے توڑ کر لانا کبھی گوارا نہ ہوا، آسمانِ ادب پر اُن کا مقام روشن، روشن آفتاب ہے۔ ان کا نام اُردو ادب میں "محسنِ اُردو" کی حیثیت سے ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔ اُن کی ہر تحریر ایک روشن

تصویر ہے، ایک منوّر تحریر ہے۔ عظیم تر ابن صفی ادب کے سلونوں میں آتے ہیں۔ وہ اسرار و سُرور کے ایسے گلستان بسا گئے، جس کے ہر پھول کی خوشبو نرالی، مدھر، انوکھی، من موہنی اور مسحور کن ہے۔ یہ انمول خوشبو کہیں اور نہیں ملتی۔ ایک ایسی دُنیا جہاں ہر قسم کی دلچسپیٔ طبع کا سامان ہے، یہاں بھانت بھانت کے کردار و استعارے ملتے ہیں جو ہمیں اپنی دُنیا کے معلوم ہوتے ہیں، یہاں پتھر کی طرح سخت فریدی بھی ہے جس سے ایک معصوم بچے کی موت برداشت نہیں ہوتی لیکن وطن کے غدّاروں، مجرموں کی گردنیں توڑنے سے سُرور حاصل ہوتا ہے۔ یہاں عمران کی فتنہ پردازیاں ہیں، حمید کی شوخیاں ہیں، قاسم کی جولانیاں ہیں، سلیمان کی لن ترانیاں ہیں، ایکس ٹو کی پُرکشش، مبہم اور پُراسرار شخصیّت ہے۔ غرض ہمہ پہلو احساسات اور تخیّلات کی... پرچھائیاں جو ہمیں اپنے ساتھ کھینچ لیتی ہیں۔

عظیم تر ابن صفی کی عظمت سے انکار کرنا حقیقت سے مُنہ چُرانا ہے۔ یہ کام ہم معمولی کیڑوں مکوڑوں کے لیے چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ ہمارے ادبی ناقدین جن کے سر تکبّر سے تنے ہوتے ہوتے ہیں اور جن کے پاس جھوٹی شان کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ہم تو یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ ادب ہے کیا، ادب کہتے کس کو ہیں؟ ایسی کون سی کسوٹی ہے، جس پر وہ ادب اور ادیب کی عظمت اور قدر و منزلت پرکھتے ہیں۔ ادب کیا ہے، ادیب کسے کہتے ہیں؟ یہ بڑا ٹیڑھا سوال ہے۔ مَیں کوئی کم ظرف نقّاد تو ہوں نہیں کہ چند اُونچی باتوں (اُونچی باتیں شاید انہیں کہتے ہیں جو انسانی ذہن سے اُوپر کی ہوتی ہیں) کو تسلیم کر کے سر دھنوں۔ اُردو زبان کی ابتدا سے اب تک بڑے بڑے جغادری ادیب ہوئے جنہوں نے ادب سے کشتی لڑی اور پٹھے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتے تھے۔ یہ وہ ادیب ہیں جو ہمہ وقت کان پر پنسل رکھے اپنے "جغادری" ہونے کی تشہیر کیا کرتے لیکن اُن کی تشہیر بھی پڑھنے والوں میں ان کے ہمنوا نہ پیدا کر سکی۔

اگر ادب کا اچھا ہونا اس کی اشاعت سے طے ہو سکتا ہے تو اس پورے پاک و ہند میں وہ کون ہے جس کی کتابوں کی اشاعت عظیم تر ابن صفی سے زیادہ ہے۔ ابن صفی کی ہر کتاب لاکھوں کی تعداد میں ہند و پاکستان میں چھپتی تھی اور پھر جلد ہی دوسرا ایڈیشن نکالنا پڑ جاتا تھا۔

اگر فن کار کی عظمت پڑھنے والوں کے گرویدہ پن میں پوشیدہ ہے تو ابن صفی سے زیادہ کس نے پڑھنے والوں کو بے تحاشا متاثر کیا ہے۔ آخر اس کتاب کا نام کیا ہے جو بار بار پڑھی جا سکے اور بار بار پڑھ کر بھی قاری کو نیا لُطف آئے۔ آپ ابن صفی کی کوئی بھی کتاب جتنی بار بھی پڑھیں گے، ایک نیا تاثر لیے اُٹھیں گے۔ پڑھنے والے بار بار انہیں پڑھتے، اتنی بار کہ بعض تحریریں بعض جملے انہیں ازبر ہو جاتے، جن کا تذکرہ وہ ابن صفی صاحب سے خط کے ذریعے کرتے اور اس عظیم انسان کو کتابیں گھنگالنی پڑتیں کہ فلاں بات انہوں نے کہاں لکھی تھی۔

ابن صفی کی جگہ اُردو زبان کی کلاسکس میں آتی ہے.... داستانِ امیر حمزہ اور طلسم ہوشربا کے بعد تیسری لازوال شے ابن صفی کے ناول ہیں جنہوں نے اپنی زندگی ہی میں تین نسلوں کو متاثر کیا۔ زبان و بیان کی شیرینی، احساسات کا گھیراؤ ایک ایسا طلسم پیدا کرتا ہے جو ہمیں جکڑے رکھتا ہے اور انسانی ذہن اس طلسم سے نکل نہیں پاتا۔ اگر بڑا ادیب وہ ہے جس نے لکھنے کے ساتھ ساتھ زبان کو سنوارنے کا کام بھی کیا، زبان کو فروغ دیا تو بتائیے ابن صفی کے علاوہ، وہ کون سا نام ہے... اگر ادیب کے فن کی شناخت اُس کے پڑھنے والے ہیں تو بتائیے للہ جواب دیجیے کہ ساری دُنیا میں وہ کون سا ادیب ہے جس کی کتابوں میں قارئین زبان سیکھنے پر مجبور ہوئے۔

ابن صفی نے اپنی تحریروں کے ذریعے بداخلاقیوں کو ختم کیا اور اخلاقیات کی تدریس کی انہوں نے حوّا کی بیٹی کو عُریاں کرنے کی بجائے احترام اور تقدیس کی چادر میں اُس کے سراپا کو لپیٹا۔ حالانکہ اُن کے کئی ناول جنسی مریضوں کے متعلق ہیں لیکن انہوں نے کہیں بھی فحش منظر کشی کر کے قاری کے ذہن کو پراگندہ نہ کیا یعنی جب دوسرے فحاشی اور تلذّذ کی بھرمار کر کے قاری کے ذہن میں سانپ کے بل بنا رہے تھے۔ اس وقت ابن صفی ان ذہنوں کو نئی نئی راہیں بتا رہے تھے۔ وہ بے راہ روی سے دُور کر رہے تھے۔ جنسی ہیجان کو فنا کرنے کی کوششوں میں تھے، دین کا احترام سکھا رہے تھے جبکہ دوسروں نے دین کو بھی ثانوی حیثیّت دے رکھی تھی۔ ابن صفی کے تمام ناول مذہب کے احترام سے مالا مال ہیں۔ اس ادیب کا کیا نام ہے جس نے اخلاقی اور مذہبی اقدار کو فروغ دیا، جس نے انسانیت کو دُنیا کے تمام رشتوں سے بالاتر جانا۔ وہ کون سا ادیب ہے جو ہر مکتبِ فکر سے تعلّق رکھنے والوں کے لیے قابلِ قبول ہے جسے ہر عمر اور شعور والا پڑھتا ہے... ابن صفی صاحب نے ہمیشہ اسلام کی بات کی وہ اسلام کے سچّے نام لیوا تھے۔ اسلام کی عظیم اخلاقی تعلیم کے پیروکار تھے۔ انہوں نے ملکی خرابیوں، سماجی و اخلاقی اور معاشرتی برائیوں کے خلاف ہمیشہ جہاد کیا۔ اُن کا ہر ناول اخلاقیات کا درس دیتا ہے۔ انہوں نے کبھی....

بے راہ روؤں کی حوصلہ افزائی نہیں کی، پھر دشمنوں کا شہر تو مکمل طور پر اخلاقی ناول ہے۔ ان کا کردار نادر جذباتی و نفسیاتی کش مکش کی اعلیٰ مثال، اس ناول میں ہمیں یہ تاثر ملتا ہے کہ سیرت النبیؐ کتنی پُراثر اور تیر اثر ہے۔ نادر ملحے کے ہزارویں حصّے میں تائب ہو گیا برائیوں سے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان میں متاثر ہو جانے کی صلاحیت ہے اور ہر شخص پر ایک وقت یہ لمحہ بھی آتا ہے۔ نادر جیسا تنگِ انسانیت جو قتل کو بچوں کا کھیل سمجھتا تھا ایک واعظ کے مُنہ سے یہ پیارے اور عظمت آفرین الفاظ سُن کر مسحور ہوتا چلا گیا۔

"اور جب وہ فاتح کی حیثیت سے مکّے میں داخل ہُوئے تو انہوں نے اُن لوگوں سے انتقام نہیں لیا جو اُن پر اوجھڑیاں پھینکتے تھے۔ اُن کی راہ میں کانٹے بچھاتے تھے، اُن پر پتھر پھینکتے تھے۔ اُن تمام لوگوں کے لیے کُھلی ہُوئی معافی تھی، جنہوں نے اُنہیں ہجرت پر مجبور کیا تھا۔"

پھر اُس نے سُنا کہ رسُول کریمؐ نے اُس عورت سے بھی انتقام نہیں لیا تھا جس نے اُن کے چچا کا جگر تک چبا ڈالا تھا اور اُس نے سُنا کہ طائف والوں نے پتھر مار مار کر رسُول کریمؐ کا سارا جسم لہُولہان کر دیا تھا لیکن اس حال میں بھی دُنیا کے سب سے بڑے انسان نے اُن کی بہتری کے لیے ہی دُعائیں مانگی تھیں۔ نادر کی زندگی میں انقلاب کا بانی ایک پیشہ ور واعظ بن گیا۔ وہ واعظ آئے دن گراموفون کے ریکارڈ کی طرح اپنی تقریریں دُہراتا تھا۔ تاہم یہ تو وہ حالات تھے جو اُس نے سُنے، دُنیا کے سب سے بڑے عظیم ترین انسان کے حالاتِ زندگی کے چند واقعات۔ اس سے ابنِ صفی کے قلم کی عظمت پر یقین مستحکم سے مستحکم تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

اور پھر وہ وقت جب قیامِ پاکستان کے ہنگامے... عروج پر تھے مسلمانانِ ہند و پاک جذباتی دَورِ کش مکش سے گزر رہے تھے اُردو کا قلع قمع کیا جا رہا تھا۔ ہند میں اُردو کو مسلمانوں کی زبان کہہ کر ٹھکرایا جا رہا تھا۔ اُردو کی کوکھ سے فحش اور جنسی کہانیاں جنم لے رہی تھیں۔ ترقی پسندی کی آڑ لیتے ہُوئے قوم کو بازارِ حُسن اور شراب خانوں میں گھسیٹا جا رہا تھا، حالانکہ عورت کو ننگا کر دینا گھٹیا پن تو ہو سکتا ہے ترقی نہیں۔ یہ ابنِ صفی تھے جنہوں نے آزادی کے بعد پیدا ہو جانے والے کرب، مایوسی، محرومی اور خوف سے ہر نسل کو ذہنی آلودگیوں سے بچایا۔ بازارِ حُسن اور شراب خانوں سے بازِ رکھا۔ ان کی کتابیں مایوس دلوں میں حوصلوں کے گلاب کھلا رہی تھیں۔ تنہائی کے ساتھی مونس اور غمگسار ابنِ صفی ہی تھے ورنہ اس خُون آلود فضا نے تو سب کو سہمایا ہُوا تھا۔

اگر سچّا ادب وہ ہے جو ہمیشہ زندہ رہے تو بتائیے وہ کون سا ادیب ہے جو ہر دور میں قابلِ قبول رہا، جسے ہر عمر ہر شعور کے افراد نے پسند کیا، سدا زندہ رہ جانے والا ادب ابنِ صفی کی تحریریں ہیں اور ابنِ صفی ہمیشہ زندہ رہ جانے والے ادیب! معمولی کیڑوں مکوڑوں کے بیچ زندہ رہنا اور ہے اور کروڑوں عوام کی دھڑکنوں میں زندہ رہنا اور چند ادبی ٹھیکیداروں کی رائے اور ہے اور کروڑوں عام پڑھنے والوں کی اور....

ابنِ صفی کے ناول یقیناً وقت گزاری کے لیے ہی شروع کیے جاتے ہیں اور اُن کا مشن جیسا کہ اُنہوں نے خود فرمایا تھا۔ "میرا مشن ہے آدمی قانون کا احترام کرے۔" لیکن اُن کا دوسرا مقصد تفریح ہے ایک شخص شام کو تھکا ہارا دن بھر کی کدورتوں، مشکلوں اور مسئلوں سے اُلجھتا ہُوا گھر کو آئے تو اُسے تفریح کی ضرورت ہوتی ہے، وہ چاہتا ہے کوئی اُسے ذہنی سکون فراہم کرے، دماغ کی پریشانیاں بھلا دے، دُنیا کی مشکلات سے اُسے دُور لے جائے۔

ہم ابنِ صفی کے ناول تفریح کے لیے ہی پڑھتے ہیں لیکن ان کتابوں میں زندگی کے حقیقی اور مختلف پہلو سامنے آتے ہیں۔ مُلکی، قومی معاملات اُنہوں نے ہمارے سامنے اس طرح رکھے ہیں کہ جو ہم کو سوچنے پر مجبور کرتے ہیں، اُن کے ناول انسانی رشتوں کے روابط کی منظر کشی کرتے ہیں تو کہیں ناتے ٹوٹتے دکھائی دیتے ہیں۔ انسانی زندگی کی تمام اُلجھنیں اور مسائل اُنہوں نے عیاں کیے ہیں، محبتیں، نفرتیں، دوستی، دُشمنی، لڑائی جھگڑے، میل جول یہ سب بے تحاشا ملیں گے اُن کے ناول میں۔ کوئی فرد ایسا ہے جو باعثِ تقلید ہے تو اُن کے بُرے کرداروں سے حقیقی نفرت محسوس ہوتی ہے۔ یہ اُن کی عظمت کا ثبوت ہے ان میں بڑی طاقتوں کی ریشہ دوانیاں بھی ہیں اور ان کے کرتوت بھی جو آج ہمارے سامنے ہے۔ ہر سچّا ادیب آنے والے وقت کا... پیش گو ہوتا ہے، وہ ہمیشہ سچّائی، انسانیت، آدمیت اور محبتوں کا احترام کرتا ہے۔ اُنہوں نے وطن سے محبت کا درس دیا۔ اُن کے ناولوں سے ہمیں تقویت پہنچتی ہے کہ حُب الوطنی اور جذبۂ ایمانی پیدا ہوتا ہے۔ آج وطنِ عزیز کو جو حالات درپیش ہیں، وہ سب کے سامنے ہیں۔ تقاضا تو ان حالات کے پیشِ نظر یہ ہے کہ ہم آپس کے تفرقوں سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف وطن کا سوچیں لیکن اب تو ہر کوئی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے بیٹھا

ہے۔ رنگ و نسل اور زبان و ذات کی بات تو سب کرتے ہیں، انسانیت و اسلام کو بھلا بیٹھے ہیں اور اپنے بُرے حال پر نادم بھی نہیں ہیں۔ ابنِ صفی صاحب ہمیشہ ہر قسم کے متعصّبانہ خیالات سے نفرت کرتے رہے۔ اُنھوں نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے۔

"اسی کہانی میں آپ کو ایسے مجرم بھی ملیں گے جو اپنے جرائم کو جرائم نہیں کہتے مُلک و قوم کی شہ رگ پر نشتر زنی بھی کرتے ہیں اور نیک نام بھی بنے رہتے ہیں۔ بڑے آدمی کہلاتے ہیں۔"

پھر ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔

"آپ اچھے ہوں یا بُرے، جس گھر میں آپ بیٹھے ہیں اُس کے در و دیوار کی حفاظت آپ پر واجب و لازم ہے جس طرح بھی ممکن ہو اس کی حفاظت کیجیے، آنکھیں کھلی رکھیے کہ کہیں آپ نادانستگی ہی میں تو اس گھر کی تباہی کا باعث نہیں بن رہے۔ صوبائی عصبیت، فرقہ وارانہ منافرت اور دُشمنوں کے فراڈ سے بچنے کا سلیقہ تو آپ میں ہونا ہی چاہیئے۔ وطنِ عزیز کے مشرقی حصّے میں ابھی جو کچھ ہو چکا ہے اس کا اعادہ اور کہیں نہ ہونے پائے۔ یقین کیجیے اگر ہم چوکس رہیں تو بیرونی دُشمنوں کے سارے حربے کُند ہو کر رہ جائیں گے۔" (بزدل سُورما)

یہ وہ بدترین دور تھا جب پاکستان کا آدھا حصّہ کاٹ ڈالا گیا تھا اور یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ یہ ہمارے اپنے ہی تھے، جنہوں نے اقتدار کی خاطر مُلک بیچ دیا تھا۔ پہاڑوں کے پیچھے، پیشرس میں وہ یُوں مخاطب ہوتے ہیں۔

"یہ بھی دُرست ہے کہ حالات ہی سے مجبور ہو کر آدمی ایسے قدم اُٹھاتا ہے لیکن یہ بھی میرے مشاہدے میں نہیں آیا کہ کسی نے اپنے اس پیر کو کاٹ کر پھینک دیا ہو جس کی وجہ سے ٹھوکر کھائی ہو۔۔۔"

ایسی تمام تحریروں میں انہوں نے وطن سے محبّت کا درس دیا ہے۔ انہوں نے بڑی طاقتوں کی سازشیں بھی عیاں کیں کہ کہیں کوئی بڑی طاقت اپنے بڑے پن کو منوانے کے لیے چھوٹے مُلکوں کو آپس میں لڑواتی ہے تاکہ اپنا حلقۂ اثر بڑھایا جا سکے اور ہتھیار بھی فروخت کیے جا سکیں۔ پوری دُنیا کو جہنّم بنایا جا سکے۔۔۔ یہ بغاوتیں کرواتے ہیں، بغاوت کرنے والوں کو امداد دیتے نظر آتے ہیں، کہیں مُہلک وبائیں پھیلائی جاتی ہیں تاکہ یہ دوائیں سپلائی کر کے ہمدردیاں حاصل کریں اور چودھری بن بیٹھیں۔ ابنِ صفی نے اپنے ناولوں میں اسی قسم کے مسائل بتائے ہیں، جو ہمارے شعور کو بیدار کرتے ہیں، پھر انہوں نے اندرونی خلفشار کا بھی تذکرہ کیا کہ جو کچھ مشرقی پاکستان میں ہُوا وہ اب نہ ہو۔ آج کے حالات سندھ کیا بالکل مشرقی پاکستان جیسے نہیں ہو رہے، انہوں نے ہر قسم کی عصبیت سے دُوری کا درس دیا ہے۔

"ہلاکو اینڈ کو" کے پیشرس میں وہ یُوں نصیحت کرتے ہیں۔

"ہر وقت چوکنے رہیے کہ کہیں آپ غیر شعوری طور پر دُشمن کے آلۂ کار تو نہیں بن رہے، کسی افواہ کو دوسروں تک پہنچانے والا نادانستگی میں دُشمن کی مدد کرتا ہے۔ اس وقت قومی یک جہتی کی حفاظت کرنا ہی مُلک و قوم کی سب سے بڑی خدمت ہو گی۔ ایسی افواہوں کو اپنی ذات سے آگے نہ بڑھنے دیجیے جس سے صوبائی تعصّب یا فرقہ واریت کا زہر پھیلنے کا خدشہ ہو۔"

کیسے نادان ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ جاسُوسی ناول جرائم کے پھیلانے کا سبب ہوتے ہیں حالانکہ ان کا موضوع تو جُرم اور سزا ہے۔ کیا جُرم و سزا زندگی کی تلخ حقیقت نہیں، کیا جرائم زمین کی چیزیں نہیں، ہمارا معاشرہ اور جرائم پیشہ افراد سے کب خالی رہا ہے۔ محلّے کا ایک معمولی غنڈہ اور اقتدار کا بھوکا بہت بڑا اور بھیانک غنڈہ! ابنِ صفی نے تو ہمیں زندگی کے ٹھوس حقائق سے آگاہ کرنے کے لیے جُرم و سزا کو علامت بنا کر پیش کیا۔ یہ تو پیالہ ہے جس میں انہوں نے ہمارے لیے آبِ حیات انڈیلا۔ رہی یہ بات کہ جاسُوسی ناول جرائم کے فروغ کا ذریعہ ہیں اس کے لیے مہلک شناسائی کا پیشرس دیکھیے۔

"آج میں خُدا کو حاضر و ناظر جان کر آپ کو یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ میں نے ہابیل قابیل والی ٹریجڈی سے پہلے کوئی جاسُوسی ناول نہیں لکھا تھا لیکن کوّے بے چارہ آج تک پشیمان ہے کہ اُس نے حضرت آدم کو مٹی کھود کر دفن کر دینے کا فن کیوں سکھایا۔ کوّے کا خیال ہے کہ اُس کی اس غلطی کی بنا پر آج اولادِ آدم آدمی ہی کو زندہ دفن کر دینے کے فن میں طاق ہو گئی ہے۔"

اُوپر کی عبارت کا مفہوم مع سیاق و سباق سلیس اُردو میں لکھیے اور اُردو ادب کے اُن چودھریوں کو روانہ کر دیجیے جو یہ فرماتے ہیں کہ جرائم کی تعداد میں اضافہ ہونے کا سبب جاسُوسی لٹریچر ہے۔ یقین کیجیے کہ وہ آپ کے اس حل شدہ پرچہ امتحان کی رسید تک نہ دیں گے کیونکہ پرچہ اُن کا اپنا سیٹ کیا ہُوا نہیں ہے یا ہو سکتا ہے، وہ آپ کو لکھ بھیجیں کہ ہابیل اور قابیل والی ٹریجڈی غلط فہمی کی بنا پر ہوئی تھی۔ وہ دونوں سمجھتے تھے کہ اب کوئی دوسری عورت پیدا نہ ہو گی لیکن وہ کبھی یہ تسلیم نہیں کریں گے۔۔۔ کہ سارے جرائم کسی نہ کسی غلط فہمی کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔

ابنِ صفی کوئی مبلّغ یا سیاسی رہنما نہیں تھے لیکن ان کا مہان قلم

اپنے ناولوں کے ذریعے ہمیشہ انسانی اقدار کی عظمت، آدمیت کا احترام سکھاتا رہا۔ اعلیٰ قدروں کی بقاء کے لیے جدوجہد کرتا رہا ہے۔ بڑی طاقتوں کے فاشزم، سیکولرازم یا سازشی ہتھکنڈوں کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

"یہ فرنگی بھی عجیب ہوتے ہیں۔ اُن کی ایک ٹولی زخم لگاتی ہے اور دوسری ٹولی زخموں پر مرہم رکھتی ہے۔ ان کا نشان ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی دو سُرخ لکیریں ہیں۔"

بڑی طاقتوں کی سازشیں بتاتے ہوئے وہ للکارتے ہیں۔

"حکومتوں سے سرزد ہونے والے جرائم حکمتِ عملی کہلاتے ہیں"۔ جنگ کے مہلک پہلوؤں کا تذکرہ انہوں نے یوں مسحور کن انداز میں کیا ہے "اگر میں اس سڑک پر ناچنا شروع کر دوں تو تم مجھے دیوانہ کہو گے جب لاشوں پر ناچنے والے سورما کہلاتے ہیں انہیں اعزاز ملتے ہیں، اُن کی چھاتیاں تمغوں سے سجائی جاتی ہیں۔"

سائنس کا جا بلانہ استعمال ہمیں موت کے دہانے تک لے آیا ہے۔ اس پر ابنِ صفی یوں گویا ہوتے ہیں "جب کوئی شخص پاگل ہو جاتا ہے تو اُسے پاگل خانے میں کیوں بند کر دیتے ہیں اور جب کوئی قوم پاگل ہو جاتی ہے تو "طاقت ور" کیوں کہلانے لگتی ہے۔"

عظیم تر ابنِ صفی نے طنز و مزاح کے میدان میں بھی گلاب کھلائے ہیں۔ جاسوسی ناول میں مزاح کی شیرینی ان کی انفرادی خصوصیت ہے، ان کے لازوال کردار عمران، حمید، قاسم اور سلیمان مزاح اور طنز کی علامت ہیں۔ قاسم جو عقل سے پیدل ہے، بے جوڑ شادی کا نادر نفسیاتی نمونہ جس کی بیوی بقول قاسم اُنگلی کے پور جتنی ہے اور وہ خود ہاتھی۔ حمید اور قاسم کی شرارتیں، جھگڑے ناول میں مزاح کی چاشنی بکھیرتے ہیں۔ حمید جس کی ابتدا لڑکی انتہا لڑکی ہے ہر مرتبہ ایک نیا معاشقہ یادوں کی بارات لیے آتا ہے، ہر لڑکی اُسے حسین محسوس ہوتی ہے۔ بقول حمید "زندگی چاند سی عورت کے سوا کچھ بھی نہیں" یہاں عورتوں سے کوسوں دُور بھاگنے والا علی عمران بھی ہے۔ فنِ مزاح کا روشن ستارہ جس کی چمک سارے آسمان پر ہے۔ عمران جو کہتا ہے "آدمی سنجیدہ ہو کر کیا کرے جب کہ وہ جانتا ہے اُسے ایک دن سنجیدگی سمیت دفن ہو... جانا ہے۔

حماقت کا رواج اُس کا مشن ہے لیکن جب وہ سنجیدہ ہوتا ہے تو اُس کے ساتھی خوف سے دہل جاتے ہیں۔ عمران کا دوسرا رُوپ ایکس ٹو ایک نادیدہ ہستی جس سے تمام ماتحت کانپتے ہیں جبکہ عمران کو چٹکیوں میں اُڑا دینے کی کوشش ہوتی ہے۔ یہ بھی شاید انسانی نفسیات ہے۔

ان کے یہاں طنز بہت کڑوا اور لطیف ملتا ہے۔ ان کا قلم ہر میدان میں بہت آگے ہے، اُن کے طنز کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ "شعلوں کا ناچ" میں ایک مقام پر یوں گویا ہوتے ہیں۔

"تم خود سوچو، کیا اس کے بعد گوبر شاہی "طاقت" سے ٹکرا سکے گی... اوہو... تم گوبر شاہی پر ابھی تک ہنس رہی ہو، میں جمہوریت کو گوبر شاہی کہتا ہوں کیونکہ تیور اُس کے بھی شاہانہ ہوتے ہیں لیکن چونکہ حکومت کرنے والے بآسانی بیچے اور خریدے جا سکتے ہیں۔ اس لیے اُنہیں گوبر شاہی سے تشبیہہ دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔"

بتلایئے کہ یہ آج کی بات نہیں لگتی، کیا ابنِ صفی نے آج کے حالات کی عکاسی نہیں کی؟ آج جو کچھ اپنے وطنِ عزیز میں ہو رہا ہے وہ یہ سب کچھ نہیں تو اور کیا ہے اقتدار کی کشتی ہو رہی ہے، نیلام لگا ہے، گدھوں کی خرید و فروخت جاری ہے جس کے پاس مال زیادہ ہو وہ آئے اور مُلک پر جس کا کوئی وارث نہیں قبضہ کر لے۔

ابنِ صفی کی تحریریں اُن کی باتیں دلوں پر اثر کرتی ہیں۔ ان کی شاعری بھی بہت خوب ہے۔ تخیلات کا حُسن، قلم کی پختگی... خیال کی گرفت اور نادر الوجود تشبیہات اُن کی شاعری کی جان ہیں۔ خیالات میں ندرت ہے، نزاکت ہے اور خیال کا حُسن، خیال کا جمال شعری قالب میں نزاکت سے لطافت سے ڈھالنا فن کی معراج ہے۔ خیال تو شیشہ ہے ٹھیس لگی ٹوٹا۔ اس انتہائی نایاب شے کو حفاظت سے لفظوں میں لانا ابنِ صفی کی فن کاری ہے۔

ابنِ صفی نے آج کی باتیں بہت پہلے کہہ دیں۔ ابنِ صفی کا قلم اب خاموش ہو چکا ہے۔ یہ دُرست ہے کہ ہر انسان اس جہانِ فانی میں ایک مرتبہ آتا ہے، جو ویرانی اُن کے جانے سے ہوئی ہے، وقت کی تُند ہوا بھی اُسے ہم سے دُور نہیں لے جا سکتی۔ یہ خلاء کبھی پُر نہیں ہو سکتا۔ تاہم زندگی کا قافلہ کبھی کہیں ٹھہرا ہے اور نہ ٹھہرے گا۔ اس کارواں میں جو لوگ شریک ہوتے جاتے ہیں، وہ پچھلوں کی روایت آگے بڑھانے کی سعی کرتے ہیں۔ ابنِ صفی جا چکے ہیں لیکن اپنے پیچھے ایک منزل کے نشان چھوڑ گئے ہیں۔ اپنا فرض پورا کر گئے ہیں۔ اُن کے کردار معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں... جو بُرے بھی ہیں اچھے بھی۔ اب یہ فرض ان قلم کاروں کا ہے جو ابنِ صفی کی روایت کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں انہیں ابنِ صفی سے لکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی سیکھنا چاہیئے کہ انہوں نے یہ سب کس طرح لکھا؟ ابنِ صفی کی طرح سماج کے رشتوں اور اُن کی پیچیدگیوں کو سمجھنا چاہیئے!

★ ★